باسمہٖ تعالیٰ

شاہراہِ اسلام

علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ کی شہرہ آفاق کتاب "بلوغ المرام" کے ابواب
"کتاب الصلوٰۃ" اور "کتاب الجامع" کا اردو ترجمہ اور تشریح

ترتیب و تہذیب

مختار حسین ناظر القاسمی

ناشر

مکتبہ عالیہ — ایبک روڈ (انارکلی) — لاہور

اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ[1]

(یعنی مجھے اس لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے کہ میں مکارم اخلاق کو مکمل کردوں)

آپ نے اس مقصد کو بہترین طریقہ پر پورا فرمایا اور دُنیا کے سامنے ایک ایسے کامل و اکمل انسان کا نمونہ پیش کیا کہ روئے زمین پر چشم فلک نے کبھی ایسا انسان نہ دیکھا تھا اور آج چودہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی ابھی تک اس کا ثانی اور مثل پیدا نہیں ہوسکا۔ یہ باتیں ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے صرف عقیدت کے جوش میں نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں اور دشمن اس بات کے شاہد ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا اخلاق حسنہ کا کامل نمونہ اور مکمل و جامع انسان ابھی تک پیدا نہیں ہوسکا۔

جب ہر طرف بد اخلاقیوں، بدمعاشیوں اور بدکرداریوں کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پورا معاشرہ اخلاق فاسدہ و خصائل ذمیمہ کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھا اور نیکی و تقویٰ کی کوئی کرن کسی طرف سے نظر نہیں آتی تھی ایسے ماحول میں ایک بچہ جنم لیتا ہے۔ باپ کا سایہ دنیا میں آنکھیں کھولنے سے پہلے ہی اُٹھ چکا ہے۔ ماں صرف چھ سال کا چھوڑ کر دُنیا سے رخصت ہو جاتی ہے۔ مزید دو سال بعد دادا کی شفقت سے بھی محروم ہو جاتا ہے مکتبی تعلیم سے کلی طور پر محروم رہتا ہے۔ گویا بظاہر حالات ایک بچے کی اخلاقی تربیت کے جو لوازمات ہوسکتے ہیں اُن میں سے ایک بھی اُسے میسّر نہیں آتا۔ اس کے باوجود وہ اپنے ماحول کی کسی بُرائی سے متاثر نہیں ہوتا وہ گرد و پیش اُگی ہوئی جھاڑیوں کے درمیان سرو سہی کی طرح بڑھتا ہے اور ایسی بے داغ شخصیت کا نمونہ پیش کرتا ہے کہ اُس کے دشمنوں تک کو اُس کے خلاف معمولی سے معمولی بات کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوتی پھر وہ زندگی کسی ایک شعبہ میں نہیں گذارتا بلکہ چرواہے پن سے لے کر حکمرانی تک جتنے شعبے ہوسکتے ہیں سب میں قدم رکھتا ہے اور کسی مقام پر بھی اس کے اخلاق و کردار پر انگلی رکھنے

---

[1] مسلم شریف۔

Marfat.com

کی گنجائش نہیں نکلتی۔ وہ دنیا کا سب سے بڑا معلم اخلاق بن جاتا ہے اور اس طرح اپنی بعثت کا مقصد پورا کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق حسنہ پر خود عمل کر کے دکھایا اور خصائل ذمیمہ اخلاقِ سیئہ سے لوگوں کو باز رہنے کی تعلیم دی۔ دراصل جب تک انسان بداخلاقیوں سے پرہیز نہ کرے اُس وقت تک کسی اچھے خُلق کو اختیار کیا ہی نہیں جا سکتا اور اس مقولہ کے مصداق کہ "علاج سے پرہیز بہتر ہے"۔ اگر انسان بداخلاقیوں سے پرہیز کرنا شروع کر دے تو خود بخود اخلاق حسنہ کی طرف مائل ہوتا چلا جائے گا۔

ایمان و اسلام اور گندے اخلاق ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان نہ حاسد ہوتا ہے نہ ظالم اور نہ ریاکار ہوتا ہے نہ منافق۔ غصہ، گالی گلوچ، بدظنی، خیانت، فحاشی، لعن طعن غیبت و بہتان وغیرہ گھناؤنے کاموں سے اُسے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ وہ مزاح کے طور پر بھی جھوٹ بولنے کا روادار نہیں ہوتا تمام منکرات سے پرہیز کرتا ہے۔ خدا کے دیئے ہوئے مال و دولت اور نعمتوں کو امانت سمجھ کر خرچ کرتا ہے۔ بخل ہو یا اسراف دونوں سے کامل طور پر پرہیز کرتا ہے اور میانہ روی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے۔

دُنیا کو آج پھر ضرورت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق معاشرہ کے افراد کے اخلاق کی تربیت کی جائے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا قدم جو اُٹھایا جا سکتا ہے وہ فواحش و منکرات سے بے تعلقی اختیار کرنا ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے نیکی کا کوئی بیج نہ اُگ سکتا ہے اور نہ برگ و بار ہی لا سکتا ہے۔

Marfat.com

بَابُ التَّرْغِيْبِ

فِيْ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ

(اچھّے اخلاق کا شوق دلانے کا بیان)

سچ اور جھوٹ کے نتائج

۱۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَاِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَاِنَّ الْكِذْبَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم پہ سچ بولنا واجب ہے۔ بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنّت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا ہی اِرادہ رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اُسے صدیق لکھ لیا جاتا ہے۔ اور اے لوگو! تم اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ، کیونکہ جھوٹ یقیناً

يَهْدِىْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَ — فسق وفجور کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور
اِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى — فسق وفجور دوزخ کی طرف لے جاتا ہے
النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ — اور ایک شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے
يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ — اور جھوٹ بولنے ہی کا ارادہ رکھتا ہے
حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا — یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اسے کذاب
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - — لکھ لیا جاتا ہے (متفق علیہ)۔

تشریح سچائی اختیار کرنے سے انسان نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور جھوٹ اسے گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ بالآخر نیکی کا انجام جنّت اور بدی کا نتیجہ دوزخ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ سچائی تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی طرح جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اگر ایک شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے تو اسے دوسرے بہت سے گناہوں سے خود بخود نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ ایک شخص نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے اندر جھوٹ بولنے کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی عیب تھے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُسے صرف جھوٹ بولنے سے باز رہنے کی تلقین کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دوسرے عیبوں سے بھی اس خوف کے مارے باز رہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کیا جواب دے گا۔ سچ بولتے بھی نہیں بنے گی اور جھوٹ نہ بولنے کا بھی عہد کرچکا ہے۔ اس طرح جھوٹ چھوڑنے سے دوسرے تمام گناہ ازخود چھوٹ گئے۔

بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے

۲۔ ترجمہ وتشریح کے لیے دیکھیے حدیث ۱۰ باب التّرھیب مِنْ مَسَاوِئِ الاخلاق۔ (سابقہ باب)
یہاں وہی حدیث دوبارہ بیان ہوئی ہے (صہ ۲۴۵)

Marfat.com

راستے کے حقوق

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَی الطُّرُقَاتِ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا لَنَا بُدٌّ مِنْ مَجَالِسِنَا۔ نَتَحَدَّثُ فِیْھَا قَالَ " فَاَمَّا اِذَا اَبَیْتُمْ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّہٗ" قَالُوْا: وَمَا حَقُّہٗ قَالَ "غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "لوگو! اپنے آپ کو راستوں پر بیٹھنے سے بچاؤ" انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ہمارے لیے اپنی مجلسوں میں باتیں کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے" آپ نے فرمایا۔ "اچھا اگر تم نہیں مانتے تو راستے کا حق ادا کرو" انھوں نے عرض کیا "راستہ کا حق کیا ہے" تو آپ نے فرمایا "نگاہیں نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا۔ سلام کا جواب دینا۔ نیک کاموں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا" (متفق علیہ)

تشریح سرِراہ مجلس آرائی سے اس حدیث میں روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے راستہ چلنے والوں کو تکلیف ہوگی لیکن اگر جمع ہو کر باتیں کرنے کے لیے اور کوئی جگہ نہ ہو اور مجبوراً راستہ میں ہی بیٹھنا پڑے تو چند باتیں ملحوظ رکھنی چاہئیں۔

۱۔ راستہ کے کنارے پر اس طرح بیٹھیں کہ راستہ چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔
۲۔ بیٹھنے والوں کو چاہیئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور راستہ چلنے والوں کو نہ تکیں
۳۔ راستہ سے ایسی چیزیں ہٹا کر بیٹھیں جن سے راہروی میں رکاوٹ پیدا ہو۔

Marfat.com

۴ - راہ گیر جب سلام کریں تو اُن کے سلام کا جواب دیں -
۵ - حسب موقع لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کریں اور بُرائیوں سے روکتے رہیں -

اِن تمام اُمور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے راستہ کے حقوق قرار دیا ہے جو راستہ کے سرے پر بیٹھنے والوں کو ادا کرنے چاہئیں - گلیوں اور سڑکوں میں مجلس لگا کر اسی وقت بیٹھنا چاہیئے جب کہ اس مقصد کے لیے اور کوئی موزوں جگہ موجود نہ ہو -

تفقّہ فی الدّین کی حقیقت

۴ - وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے حق میں بھلائی کا اِرادہ کرتا ہے اُسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے - (متفق علیہ)

تشریح اس حدیث میں تفقہ فی الدین (دینی معاملات کی سمجھ بوجھ) کو "خیر" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے - چونکہ دین کا تعلّق پوری زندگی سے ہے اس لیے دین کی سمجھ بوجھ کا مطلب زندگی کے معاملات و مسائل کی سمجھ بوجھ ہوگا - دُنیا میں انسان کی سب سے بڑی بھلائی اور بہتری یہی ہو سکتی ہے کہ اسے اپنی زندگی کے معاملات و مسائل کو سمجھنے کی پوری پوری اہلیّت و صلاحیّت عطا کی گئی ہو یعنی اس شخص کو اس قدر عقل و بصیرت عطا کر دی گئی ہو کہ وہ دین و مذہب کے اصولوں کی روشنی میں زندگی کے مسائل کا حل دریافت کر سکے -

اعمال کی ترازو میں سب سے زیادہ بھاری چیز

۵ - وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

Marfat.com

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " مَا مِنْ شَیْءٍ فِی الْمِیْزَانِ اَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ - اَخْرَجَہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ -

سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " اعمال کی ترازو میں حسنِ اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی (اس حدیث کو ابوداؤد نے بیان کیا اور ترمذی نے صحیح قرار دیا۔

تشریح قیامت کے دن ہر شخص کے نیک و بد اعمال کو ترازو کے پلڑوں میں رکھ کر وزن کیا جائے گا جو پلڑا بھاری ہوگا۔ اُس کے مطابق اس شخص کو جزا سزا ملے گی۔ ایک پلڑے میں تمام نیکیاں ڈھیر کر دی جائیں گی اور دوسرے میں بُرائیاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نیکیوں والے پلڑے میں حسن اخلاق کا وزن دوسری تمام نیکیوں سے زیادہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریفانہ اخلاق و کردار دوسری تمام نیکیوں سے افضل ہے۔

شرم و حیا ایمان کا حصّہ ہے

٦ - وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - "اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " شرم و حیا ایمان کا حصّہ ہے"۔ (متفق علیہ)

تشریح شرم و حیا انسانیت کا جوہر ہے اور ایمان و اسلام کا منتہائے مقصود اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ انسان کو انسانیت کے اعلیٰ مدارج پہ پہنچا دیا جائے۔ اس لیے شرم و حیا کو ایمان کا ایک حصّہ قرار دیا گیا ہے۔ ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں شرم و حیا نہیں

ہے اس میں ایمان نہیں ہے۔

بے شرمی کا نتیجہ

۷۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰی اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ اَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "پہلی نبوّت کے کلام میں سے جو کچھ لوگوں کے پاس پہنچا ہے یہ ہے کہ "جب تجھ میں شرم باقی نہ رہے تو جو چاہے کر۔" (اسے بخاری نے بیان کیا)۔

تشریح ہر نبی کے دین کا اصل الاصول اسلام ہی تھا اور منتہائے مقصود لوگوں کی زندگیوں کو صالح اور پاکیزہ بنانا تھا۔ انسانی زندگی کی پاکیزگی کا کوئی پروگرام شرم وحیا کو اس میں شامل کیے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ ہر نبی کے دین کی فروعات تو اب مٹ چکی ہیں لیکن شرم وحیا کے بارے میں انھوں نے جو ہدایات دی تھیں وہ بدستور موجود ہیں مثلاً یہ کہ جب تک انسان دل میں شرم وحیا محسوس کرتا ہے تو بُرے کام کرنے سے ہچکچاتا ہے لیکن جب شرم اُتار پھینکے تو پھر وہ بے باک ہو جاتا ہے اور بُرے سے بُرا اور گندے سے گندہ کام کرتے ہوئے بھی اُسے کوئی احساس نہیں ہوتا، مثل مشہور ہے "جس نے اُتار کے رکھ دی لوئی اُس کا کیا کرے گا کوئی" یعنی کسی آدمی سے نیکی و شرافت کے نام پر کسی کام کو کرنے کی اپیل اُسی وقت کی جا سکتی ہے جب تک اُس کے دل میں شرم وحیا کی کوئی رمق باقی ہو اور جب یہ احساس بالکل ختم ہو جائے تو پھر اُس سے کس خیر اور نیکی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ایک قطعہ ملاحظہ ہو ؎

Marfat.com

جس کو خدا کی شرم ہے وہ ہے بزرگِ دین
دنیا کی جس کو شرم ہے مرد شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں اُس کو کیا کہوں
فطرت کا وہ رذیل ہے دل کا کثیف ہے

طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے

۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ اَحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ کَذَا کَانَ کَذَا وَکَذَا وَلٰکِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ اللّٰهُ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ" اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاقت ور مومن کمزور مومن کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور ہر ایک میں بہتری ہر ایک میں ہے۔ اس چیز کی حرص کر جو تجھے نفع دے۔ مدد اللہ سے مانگ اور عاجز و مجبور ہو کر مت بیٹھ اور اگر تجھے کوئی چیز (نقصان یا تکلیف) پہنچے تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں ایسا کرتا تو یوں اور یوں ہو جاتا بلکہ تو یہ کہہ "اللہ نے مقدر کیا اور جو کچھ اُس نے چاہا کیا" پس اگر تو خود ابتدا کرے گا تو یہ شیطان کا (کام) ہوگا (اسے مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح اس حدیث میں ایک طاقت ور مومن کو کمزور مومن کے مقابلہ میں بہتر قرار دیا گیا ہے۔ طاقت خواہ جسمانی ہو یا روحانی، علمی ہو یا عملی، مالی ہو یا اور کسی قسم کی، بہرحال اسے اللہ کے دین کی خدمت میں استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس طرح ایک طاقت ور مومن کا وجود اسلامی مفاد کے لیے کمزور مومن کے

ہیں زیادہ سود مند اور بہتر ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کمزور مومن بھلائی اور بہتری سے محروم ہے۔ ہرگز نہیں۔ بہتری کمزور مومن کے اندر بھی ہے، اور حسبِ استطاعت و قدرت وہ بھی اللہ کے دین کی خدمت کر سکتا ہے لیکن اُس کا یہ فرض ہے کہ اپنے طاقت ور بھائی کی طرح وہ بھی مزید طاقت حاصل کرنے کی کوشش کرے اگر وہ اس معاملہ میں رشک سے کام لیتا ہے تو یہ جذبہ محمود ہے بشرطیکہ طاقت حاصل کر کے اُسے خدمتِ دین کے لیے استعمال کیا جائے۔ پھر حصولِ طاقت کی کوشش میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی جائے اور اُسی کی ذات پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا بھی غلط ہے کہ آدمی خود عاجز و مجبور رہ کر بیٹھ جائے بلکہ اُسے توکل بخدا اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے۔ پھر اگر اس جدوجہد کے دوران اُسے کچھ تکلیف، نقصان یا مصیبت پیش آئے تو اُسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالےٰ نے یہی کچھ مقدر کیا تھا۔ اُس نے جو چاہا کیا۔ دل کی طمانیت اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے لیکن اگر اپنی عقل و تدبیر پر بھروسہ کر کے انسان یہ سوچنے لگے کہ اچھا، اگر میں ایسا کرتا تو یہ نقصان نہ ہوتا اگر یوں عمل کرتا تو یہ اور یہ فائدہ ہو جاتا وغیرہ وغیرہ تو یہ توہمات قطعاً غلط ہیں جب ایک کام خراب ہو گیا تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ تقدیر الٰہی سے ہوا ہے اس میں اپنی دانش و تدبیر کی کوتاہی کو دخیل ٹھہرانا دراصل شیطانی عمل ہے۔ شیطان بندہ کو اللہ پر بھروسہ کرنے کے بجائے اپنی عقل و تدبیر پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے۔ اس سے یہ بھی نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لینا ہی غلط ہے، دراصل جس چیز سے روکا جا رہا ہے وہ اپنی دانش و تدبیر پر ناروا اور غیر واجبی سے زیادہ اعتماد کرنا ہے۔

فخر چھوڑ کر تواضع اختیار کرو!

۹۔ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

حضرت عیاض ابن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْحٰى اِلَيَّ: اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ" اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی نازل فرمائی ہے تم آپس میں تواضع سے پیش آؤ۔ یہاں تک کہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے اور کوئی کسی کے مقابلہ میں فخر کرے" (اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عجز و انکسار اور تواضع سے پیش آنا چاہیئے۔ فخر و غرور اور ظلم و زیادتی کرنا ایمان و اسلام کے منافی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بذریعہ وحی عاجزی اختیار کرنے اور فخر و غرور سے پرہیز کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

مسلمان بھائی کی عزّت و آبرو کی حفاظت

۱۰۔ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ بِالْغَيْبِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی عزّت و آبرو کی پاسداری کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے سامنے سے دوزخ کی آگ لوٹا دے گا۔ (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن قرار دیا)۔

تشریح لوگ ایک دوسرے کی عزّت و آبرو کا سامنے تو لحاظ کرتے ہیں لیکن عدم موجودگی میں وہ ان کے حق میں بیباکی کے ساتھ ایسے ناشائستہ کلمات کہہ گذرتے ہیں جن سے ان کی عزّت و آبرو مجروح ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے کسی شخص کی پیٹھ پیچھے اس کے ساتھ انصاف کرنا سخت دشوار ہوتا ہے اسی لیے حدیث

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے پیچھے بھی اس کی عزت و ناموس کی حفاظت و پاسداری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے صلہ میں قیامت کے دن اُس کے سامنے سے دوزخ کی آگ دُور کر دے گا۔ یعنی اس ایک نیکی کے سبب اُس کے گناہ بخش دے گا۔

سابقہ حدیث کی تائید

۱۱۔ وَلِاَحْمَدَ مِنْ حَدِیْثِ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ نَحْوُہٗ۔

امام احمد نے بھی حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہوئی اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

تشریح یعنی اس حدیث میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت و آبرو کی پاسداری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بروز قیامت اُسے آتش دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

صدقہ، عفو اور تواضع

۱۲۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَا نَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰہُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی" اَخْرَجَہٗ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "صدقہ و خیرات سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی عزت بڑھاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ بلند فرما دیتا ہے"۔ اسے مسلم نے بیان کیا۔

تشریح جب ایک شخص صدقہ و خیرات کے طور پر اپنے مال میں سے کچھ کسی حاجت مند

Marfat.com

کو دیتا ہے تو بظاہر اُس کا مال کم ہو جاتا ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالیٰ اُس کے مال میں برکت عطا فرماتا ہے اور اُس کی آمدنی کے لئے مزید ایسے ذرائع پیدا کر دیتا ہے جو اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا مال بڑھتا ہے۔ یہ سب کچھ اس صدقہ و خیرات ہی کی برکت ہوتی ہے۔

جو شخص اپنے کسی خطا کار بھائی کو معاف کر دیتا ہے تو بظاہر اُسے کچھ سُبکی و خفیف ہونا پڑتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس نیکی کے طفیل اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ معاف کرتے وقت انسان خود تو اپنے دل میں خفت محسوس کرتا ہے لیکن دوسرے لوگ اس کے حوصلہ کی بلندی کے معترف ہو جاتے ہیں اور ان کے دل میں اُس کا احترام بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح جس کو معاف کیا جاتا ہے وہ بھی اس کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اُس کی قدر و منزلت اُس کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔

جو شخص محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے عاجزی اور تواضع اختیار کرتا ہے تو بظاہر اُسے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرتبہ سے نیچے گر رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُس کے اس انکسار کے طفیل لوگوں کے دلوں میں اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے اور وہ بیش از پیش اس کا اکرام و احترام کرنے لگتے ہیں۔

جنّت میں داخل ہونے کا طریقہ

۱۳۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَلَامٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَا يُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِالَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ

حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو! سلام پھیلاؤ، رشتہ و قرابت کے تعلق کو جوڑو، کھانا کھلاؤ۔ رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، نماز پڑھو تاکہ تم سلامتی کے ساتھ جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ اس حدیث کو ترمذی نے

Marfat.com

بِسَلَامٍ "اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهُ۔ بیان کیا اور اسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنّت میں داخلہ کا استحقاق پیدا کرنے کے چند اُصول اور طریقے ارشاد فرمائے ہیں جن کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے:۔

۱۔ **اشاعتِ سلام**:۔ سب سے پہلا اُصول "سلام" کو آپس میں پھیلانا ہے۔ یعنی ہر مسلمان جب دوسرے مسلمان کو ملے تو اُسے سلام کرے۔ آپس میں سلام کرنے سے تعلقات خوشگوار ہوتے ہیں۔ اختلافات ختم ہوتے ہیں اور آپس میں محبت بڑھتی ہے اور یہی باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

۲۔ **صلۂ ارحام**:۔ دوسرا اُصول رشتہ داری اور قرابت کے تعلقات کو جوڑ کر رکھنا ہے۔ یوں تو ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ہمدرد و غمگسار اور خیر خواہ ہونا چاہیئے لیکن رشتہ داروں کا یہ حق بہت زیادہ فائق ہے کہ وہ آپس میں گہرے تعلقات استوار رکھیں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کے معاون و مددگار ثابت ہوں۔ اگر اختلافات پیدا ہو جائیں تو انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔

۳۔ **اِطعامِ طعام**:۔ تیسرا اُصول کھانا کھلانا ہے اس سے صرف محتاجوں غریبوں اور مسکینوں ہی کو کھانا کھلانا مراد نہیں ہے بلکہ آپس میں ایک دوسرے کی دعوتیں کرتے رہنا بھی شامل ہے۔ ایک دوسرے کو اپنے گھر کھانے کے لیے بُلانے سے تعلقات اور زیادہ گہرے ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی دعوتیں بالکل خالص نیت کے ساتھ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ہونی چاہئیں۔ انہیں اپنی دنیاوی اور مادی اغراض کے حصول کا ذریعہ بنانا درست نہیں ہے۔

۴۔ **قیام اللّیل**:۔ چوتھا اُصول رات کو نماز پڑھنا ہے۔ یہاں رات کی نماز سے نماز تہجّد مُراد ہے۔ تہجد کے نوافل نصف رات گزر جانے پر پڑھے جاتے

Marfat.com

ہیں۔ ذرا تصوّر تو کیجیئے تمام لوگ گہری نیند سوئے ہوئے ہیں اور ایک اللہ کا بندہ اپنے آقا و مولےٰ کے حضور سربسجود ہے۔ اللہ کے ساتھ اس بندہ کے تعلق کی کیا کیفیت ہو گی یہ خدا کا ہوگا اور خدا اس کا۔

پہلے تین اُصول انسان کو خلقِ خدا کے ساتھ اخلاص سے پیش آنا سکھاتے ہیں اور چوتھا اُصول اُس کے تعلق کو خدا کے ساتھ خصوصی طور پر جوڑ دیتا ہے گویا ان اُصولوں پر چلنے والا شخص خدا اور خلقِ خدا کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کرتا ہے تو پھر اُس کے جنّت میں جانے کے متعلق کیا شبہہ رہ جاتا ہے۔ یقیناً ایسا شخص جنّت کے داخلہ کا بدرجہ اَولیٰ مستحق ہے۔

دین نصیحت ہے

۱۴۔ وَعَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلَاثًا" قُلْنَا: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ" اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تین مرتبہ فرمایا "کہ دین نصیحت کرنے کا نام ہے" ہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ نصیحت کس کو کی جائے؟" آپ نے فرمایا "اللہ کے واسطے، اُس کی کتاب کے واسطے اس کے رسول کے واسطے اور مسلمانوں کے اماموں یعنی حاکموں کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے"۔ (اس کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین کا تقاضا دراصل خود نیکی اختیار کر لینے سے پورا نہیں ہوجاتا۔ بلکہ صحیح معنوں میں دین یہ ہے کہ پورا معاشرہ ایک دوسرے کو نصیحت کرتا رہے۔ اور حق و صداقت کی تبلیغ و اشاعت کا نظام قائم ہے اللہ، اس کی کتاب اور اُس کے رسول پر ایمان لانے اور اُن کے احکام و فرامین پر عمل کرنے

Marfat.com

کی نصیحت خاص طور پر مسلمانوں کے اماموں، حاکموں، امیروں اور لیڈروں کو کرتے رہنا چاہیئے، کیونکہ ان لوگوں کی اصلاح سے پورا معاشرہ اصلاح پذیر رہتا ہے اور ان لوگوں کے بگاڑ سے پوری قوم بگڑ جاتی ہے ان کے علاوہ عام مسلمانوں کو بھی نیکی پر عمل پیرا رہنے کی اور بدی سے پرہیز کرنے کی نصیحت کرتے رہنا ضروری ہے۔

تقوٰے اور حُسنِ اخلاق

۱۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَکْثَرُ مَا یُدْخِلُ الْجَنَّةَ تَقْوَی اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ" اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهُ الْحَاکِمُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "زیادہ تر جو چیز لوگوں کو جنت میں لے جاتی ہے خوفِ خدا اور حُسنِ اخلاق ہے" اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔

تشریح خوفِ خدا یعنی اللہ سے تقوٰی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص حقوق اللہ کو ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا اور حُسنِ اخلاق اسی شخص کے اندر ہوتا ہے جو حقوق العباد کی پاسداری کرتا ہے اگر بغور دیکھا جائے تو پورا نظامِ شریعت انھی دو چیزوں کے گرد گھومتا ہے یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ہی کے مجموعہ کا نام اسلام ہے پس معلوم ہوا کہ جنت میں لے جانے والی چیزیں زیادہ تر خوفِ خدا اور حُسنِ اخلاق ہی ہیں۔

رسائی کا ذریعہ حُسنِ اخلاق ہے نہ کہ مال

۱۶۔ وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّکُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یقیناً لوگوں کے اندر اپنے

لَا تَسَعُوْنَ النَّاسَ بِاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ لِيَسَعْهُمْ مِنْكُمْ بَسْطُ الْوَجْهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَخْرَجَهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ۔

مال و دولت کے ذریعے رسائی پیدا نہیں کر سکو گے بلکہ تمہاری کشادہ روئی اور خوش اخلاقی اُن کے اندر رسائی پیدا کرے گی"۔ (اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے بیان کیا اور حاکم نے اُسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح بعض لوگوں کو اپنے مال و دولت پر بڑا ناز ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے پیسے کے زور پر لوگوں کے اندر اپنا اثر و رسوخ پیدا کر کے ان سے جس طرح چاہیں کام لے سکتے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صرف پیسے کے ذریعے لوگوں میں رسائی پیدا کر لینا ناممکن ہے۔ ہاں رسائی پیدا کرنے والی ایک چیز ہے اور وہ ہے حسنِ اخلاق، خندہ جبینی اور کشادہ روئی، اگر ایک شخص لوگوں سے کشادہ رُوئی کے ساتھ ملتا ہے تو اس کا اخلاق لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے لیکن صرف پیسہ خرچ کر کے کام نکالنے والے کو لوگ خود غرض سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہر شخص کو مال و دولت پر مغرور ہونے کے بجائے اپنے اندر بہترین اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ہر مومن اپنے دوسرے بھائی کا آئینہ ہے

۱۷۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ" اَخْرَجَهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایک مومن دوسرے مومن بھائی کا آئینہ ہے"۔ (اس حدیث کو ابو داؤد نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا)۔

تشریح اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مومن کو دوسرے

Marfat.com

مومن کے لیے آئینہ قرار دیا ہے جس طرح آئینہ کے اندر پورا چہرہ صاف نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن کو دیکھ کر دوسرے مومن کے اخلاق و کردار کا صحیح صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مومن کا دل اپنے دوسرے بھائی مومن کے لیے بالکل آئینہ کی طرح صاف شفاف اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ اس میں اپنے بھائی کے متعلق کسی قسم کا کوئی میل یا کدورت ہرگز ہرگز نہیں ہوتی۔

معاشرہ میں گھل مل کر رہنا کنارہ کشی سے بہتر ہے

۱۸ - وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ خَيْرٌ مِّنَ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ" اَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَه بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ وَهُوَ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يُسَمِّ الصَّحَابِيَّ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتا ہے اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھتا اور ان کی ایذا رسانی پر صبر نہیں کرتا۔" ابن ماجہ نے اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور ترمذی کے نزدیک بھی اس کی سند حسن ہے لیکن اس نے صحابی کا نام ذکر نہیں کیا۔

تشریح | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک ایسے معاشرہ کے اندر زندگی بسر فرمائی جو ان کا سخت مخالف بلکہ جانی دشمن تھا۔ کفار و مشرکین نے آپ کی ایذا رسانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن اس کے باوجود آپ نے ان سے کنارہ کشی نہیں فرمائی، گوشہ نشینی دراصل زندگی سے فرار کے مترادف ہے جو آدمی لوگوں کے اندر گھل مل کر رہتا ہے اور ان کی سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرتا ہے وہ یقیناً اس سے بہتر ہے کہ حوادث سے گھبرا کر کنارہ کش ہو جائے کیونکہ یہ اس کی کم ہمتی اور بزدلی کی دلیل ہے

Marfat.com

حُسنِ اخلاق کے لیے دُعا

۱۹۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَصَحَّحَہُ ابْنُ حِبَّانَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ" جس طرح تو نے میری تخلیق بہترین طریقہ پر فرمائی ہے۔ اسی طرح میرے اخلاق کو بھی بہترین بنا دے۔"

تشریح اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ (ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا)۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار طاقتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ یہی اس اُس کی تخلیق کا حسن ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس امر کا محتاج ہے کہ ان طاقتوں اور صلاحیتوں سے بہترین طریقہ پر کس طرح کام لے۔ اگر وہ یہاں اپنی عقل کو دخل دے گا تو اُس کے گمراہ ہو جانے کے امکانات ہیں مثلاً آج کل انسان نے اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر بے شمار عجیب و غریب ایجادات کر لی ہیں لیکن انسانیت کے لیے ان کے استعمال کے مفید یا مضر ہونے کا دارومدار اب بھی انسان کے اخلاق پر ہی ہے۔ ایک جان بخش تریاق ایک ظالم طبیب کے ہاتھ میں بیکار ہے۔ اس کے نفس کی خباثت مریض کو اس سے فائدہ نہیں اُٹھانے دے گی پھر خود صلاحیتوں اور طاقتوں کا استعمال بھی انسان کے اخلاق و کردار سے متاثر ہوتا ہے۔ مثلاً آج کل کا سائنسدان انسان جو حُسنِ اخلاق سے عاری ہوتا جا رہا ہے۔ اپنی صلاحیتوں کو انسانیت کی تباہی اور بربادی کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے اخلاق کو راہ راست پر رکھنے کے لیے اُسے ربانی ہدایت کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کی تعمیل و تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نبیوں اور رسولوں کو بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا تاکہ وہ انسان کو اپنی صلاحیتوں اور طاقتوں کو دنیا میں صحیح طریقہ پر استعمال کرنے کا طریقہ سکھ

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے یہی دُعا فرمائی ہے کہ انسان کا اخلاق و کردار بھی ویسا ہی حسین و جمیل اور جامع ہونا چاہیئے۔ جیسی کہ اُس کی ساخت بے نظیر واقع ہوئی ہے۔

مصالح و مسائل

(ترغیبِ حُسنِ اخلاق)

اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا اور جملہ کائنات کے اندر انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اس شرف اور فضیلت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان ہر قسم کے نیک و بد اثرات کو قبول کرنے کی صلاحیّت اور اہلیّت رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی خلافت کا منصب عطا فرمایا۔ اور اس منصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اُس کی ہدایت و رہنمائی کے واسطے انبیاء و رسل کے وسیلہ سے ایک مکمل لائحہ عمل اور نظامِ حیات نازل فرمایا جسے "دین" کہا جاتا ہے۔ یہ دین ابتدائے آفرینش سے جاری ہے۔ چنانچہ دُنیا کا سب سے پہلا انسان رُوئے زمین پر سب سے پہلا نبی بھی تھا۔ جیسے جیسے حضرت آدم علیہ السّلام کی اَولاد بڑھتی رہی اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلتی رہی دین کا پیغام وسعت اختیار کرتا گیا۔ مختلف قبیلوں، قوموں شہروں اور علاقوں کے لیے الگ الگ نبی مبعوث ہوتے رہے بالآخر ایک وقت ایسا آگیا کہ تمام رُوئے زمین کے لیے ایک نبی کی جامع شریعت کافی و وافی ہو سکے۔

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیّین تھے آپ نے انسانی زندگی کے لیے ایک ایسا مکمل ضابطہ عطا فرمایا، جو قیامت تک ہر دَور اور ہر ملک کے انسانوں کے لیے قابلِ عمل ہے۔ دُنیا میں جتنی بھی قومیں پائی جاتی ہیں ان میں کسی نہ کسی وقت اللہ کا

کوئی نبی ضرور آیا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی بھی خطۂ زمین پر انسانوں کو پیدا کرنا اور انھیں سیدھا راستہ دکھانے کے لیے کسی نبی کو نہ بھیجنا بعید از قیاس اور عقل سلیم کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے تمام انسانوں میں نیکی کا شعور پایا جاتا ہے اور اخلاقی محاسن کی حس موجود ہے۔ عدل و انصاف، دیانت و صداقت، تقویٰ و طہارت، ہمدردی و اخوت، فیاضی و سخاوت، رواداری و فراخدلی، صبر و تحمل، وفا شعاری و قدر شناسی وغیرہ اوصاف کو تمام قوموں میں قابلِ تعریف سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں ظلم و عدوان، کذب و خیانت، سنگ دلی و خود غرضی، بخل و حسد، بے صبری و بزدلی، بے وفائی و غداری جیسے مفاسد کو سب لوگ بُرا سمجھتے ہیں۔ اسی مضمون کو قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا[1] اللہ تعالیٰ نے فسق و فجور اور نیکی و تقویٰ کو انسانی طبیعت میں الہام کر دیا ہے۔ ہر انسان فطری طور پر نیکی و بدی سے واقف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کے لیے جو اخلاقی نظام عطا فرمایا ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں ایک پہلو منفی اور دوسرا مثبت، اخلاقی نظام کا منفی پہلو وہ ہے جس میں انسانوں کو بُرے اور گھناؤنے اخلاق سے بچنے اور پرہیز کرنے کی نصیحت کی گئی ہے اور مثبت پہلو وہ ہے جس میں اخلاقِ حسنہ کو اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، جس طرح کسی زمین میں بیج بونے سے پہلے اسے اچھی طرح صاف کیا جاتا ہے۔ تمام غیر پسندیدہ اور نامطلوب عناصر زمین سے الگ کر دیئے جاتے ہیں مثلاً روڑے، کنکر جھاڑ جھنکار وغیرہ اور اس کے بعد زمین کو نرم اور ہموار کر کے اس میں بیج ڈال دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانوں کا دل بھی زمین کی مانند ہے اس میں اخلاقِ حسنہ کا بیج بونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اندر سے تمام بُرائیوں کے جھاڑ جھنکاڑ صاف کر دیئے جائیں اور پھر نیکی کا بیج بو یا جائے۔ بعض اوقات یہ دونوں عمل ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ جاری رہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح

---

[1] سورۂ شمس آیت ۸ تیسواں پارہ رکوع ۱۶

Marfat.com

یک مریض کا علاج اور پرہیز دونوں بیک وقت جاری رکھے جاتے ہیں۔

اسلام بھلائی اور نیکی کو معروف اور بُرائی کو منکر کے جامع الفاظ سے تعبیر کرتا ہے کیونکہ بھلائیاں اور نیکیاں دنیا میں جانی پہچانی چیزیں ہیں۔ اور بُرائیاں ہر جگہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ دوسری قومیں بھلائیوں کو اپنے قومی یا ذاتی مفاد کے پیش نظر اختیار کرتی ہیں اور جہاں کسی نیکی کو اختیار کرنے میں انھیں اپنا نقصان نظر آتا ہے وہ اُسے ترک کرنے میں کوئی باک اور شرم محسوس نہیں کرتیں لیکن اسلام کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ مسلمان ہر نیکی کو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے خواہ اس میں اس کا ذاتی یا قومی نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ مسلمان بڑے سے بڑے فائدے کی خاطر بھی جھوٹ نہیں بولتا حق بات کہنے میں خواہ اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے وہ ہرگز پروا نہیں کرتا ؎

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی!
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

دُنیا کی کافر اور مشرک اقوام کی اخلاقیات ان کے ذاتی گروہی، نسلی، وطنی اور قومی مفادات کے گرد گھومتی ہے۔ گھناؤنے سے گھناؤنا کام بھی ان کے ہاں محمود بن جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں اُن کا کوئی مادی فائدہ موجود ہو۔ لیکن مسلمان قوم بڑی مضبوطی سے اللہ کی مقرر کردہ حدود کی پابند رہتی ہے۔ اگر آجکل کا مسلم معاشرہ اس معیار پر پورا نہیں اُترتا اور اسلامی اخلاقیات کا منہ چڑاتا ہوا نظر آتا ہے تو اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یا کتاب اللہ پر یا سنّت رسول اللہ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر چیز ببانگِ دُہل انھیں پکار پکار کر صراطِ مستقیم کی طرف بلا رہی ہے۔ دراصل دُنیا میں آجکل مسلم معاشرہ پر مغربی تہذیب و تعلیم کے اثرات نے جو یلغار کر رکھی ہے اس نے اس کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں اور آج حالت یہ ہے کہ اگر ہم اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد و اعانت کے لیے چندہ جمع کرنا چاہیں تو وہ بھی رقص و سرود کی محفلیں منعقد کیے بغیر نہیں کر سکتے

Marfat.com

یہ ہماری ذلت و پستی کی انتہا ہے لیکن مقام شکر ہے کہ اس کا ردّ عمل بھی شروع ہو چکا ہے اور تقریباً ہر مسلمان ملک میں اس قسم کی تحریکیں بال و پر نکال رہی ہیں جو مغربی تہذیب و تمدن اور فرنگی اخلاقیات کی اقدار کے خلاف صف آرا ہیں اور اسلامی اخلاقیات کو معاشرہ میں جاری و ساری کرنے کی خواہشمند ہیں۔

اگر کسی زمین میں کوئی پودا اُگ آئے تو جب تک اُسے مناسب و موزوں غذا اور موافق آب و ہوا میسر نہ آئے اس کا پروان چڑھنا اور برگ و بار لانا قریب قریب ناممکن ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلامی اخلاقیات کی جو تحریک مختلف ممالک میں چل رہی ہے۔ اس کے پروان چڑھنے اور برگ و بار لانے کے لیے ضروری ہے کہ اسے مناسب ماحول میسّر آئے موزوں و موافق غذا نصیب ہو اور یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ عوام کے دلوں کو جھنجھوڑ کر انھیں خوابِ غفلت سے بیدار نہ کر دیا جائے جب تک انھیں اپنی ذلت و پستی کا پورا پورا احساس نہیں ہوگا وہ اخلاقِ عالیہ کی طرف مائل نہیں ہوں گے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے واعظین و مبلّغین، معلّمین و مدرّسین، شعراء و مصنّفین، علماء و قائدین اور اخبارات و رسائل کے مدیران و محرّرین وقت کی اس پکار پر لبیک کہیں اور قوم کی اخلاقی سطح کو اسلام کے معیارِ مطلوب تک لانے کی سعی فرمائیں۔

بَابُ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ

(ذکر اور دُعا کا بیان)

جب بندہ ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَا ذَكَرَنِیْ وَتَحَرَّكَتْ بِیْ شَفَتَاهُ" اَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَذَكَرَهُ الْبُخَارِیُّ تَعْلِیْقًا۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر میں اُس کے ہونٹ ہلتے ہیں (اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیان کیا، ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا اور بخاری نے اسے معلق کہا ہے)

تشریح اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر اور علیم و خبیر ہے جب بھی کوئی بندہ کسی طریقہ سے اُسے یاد کرتا ہے تو وہ اُس کی پکار کو سُنتا ہے اور جب تک اس کے ہونٹ اللہ کا نام لیتے ہوئے ہلتے رہتے ہیں تو اللہ اس کی پکار سُننے کے لیے اور اُس کی مدد کرنے کے لیے اُس کے ساتھ ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا ہے۔ اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ[1] (تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد رکھوں گا، میرا شکر ادا کرو اور نافرمانی و ناشکری مت کرو)۔ ایک شخص کسی کو اسی وقت یاد کرتا ہے جب کہ اُس کے دل میں اُس کی محبت ہو۔ اللہ کو ایک بندہ اگر یاد کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اُس کے دل میں اُس کی محبت جلوہ گر ہے اور محبت کا جواب محبت ہی سے دیا جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے کو فراموش نہیں کرتا۔

ذکر الٰہی عذاب سے رستگاری کا باعث ہے

۲۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ عَمَلاً اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ " اَخْرَجَہُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَالطَّبَرَانِیْ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ابن آدم (انسان) نے کوئی بھی عمل ایسا نہیں کیا جو اسے اللہ کے عذاب سے نجات دلانے میں ذکر الٰہی سے بڑھ کر ہو (اس حدیث کو ابن ابوشیبہ اور طبرانی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا)۔

تشریح بعض جگہ ذکر الٰہی سے نماز بھی مراد لی جاتی ہے لیکن عام طور پر ذکر سے اللہ کے نام کا ورد کرنا مراد ہوتا ہے جو مختلف وظائف اور تسبیحوں کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ یہ کسی طرح قرین قیاس نہیں ہے کہ ایک شخص اللہ کا نام جپتا ہو اور اُس کی محبت اُس کے دل میں اس حد تک گھر کر چکی ہو کہ ہر دم اُس کے لب پر اللہ اللہ ہو۔ اور پھر بھی اللہ تعالیٰ اُسے عذاب میں مبتلا کر دے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا ذکر کرنے والوں کو عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۵۲۔ دوسرا پارہ، رکوع ۲

Marfat.com

مجلس ذکر پر اللہ کی رحمت چھا جاتی ہے

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ فِیْهِ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ" اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت ایسی مجلس منعقد کرے کہ جس میں وہ اللہ کا ذکر کریں تو فرشتے اُس کا احاطہ کر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت اُسے ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ کے پاس جو فرشتے موجود ہوتے ہیں اللہ ان کے سامنے ان بندوں کا ذکر کرتا ہے (اسے مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح جس مجلس میں لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کر رہے ہوں تو اُس سے زیادہ مبارک اور بابرکت مجلس اور کون سی ہو سکتی ہے لہٰذا فرشتے بھی اس مجلس میں شریک ہو ذکر الٰہی سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ فرشتے اس مجلس پر اپنے پروں کا سایہ کر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت کا نزول ہونے لگتا ہے۔ اور جس طرح یہ بندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اسی طرح خود اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ "تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا" (سورۂ بقرہ آیت ۱۵۲)

ذکرِ الٰہی اور درود رسول ؐ سے خالی محفل کا انجام

۴۔ وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰهَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت ایک مجلس منعقد کرے اور اُس میں نہ وہ اللہ کا ذکر

Marfat.com

فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَسَنٌ ۔

کریں اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں تو قیامت کے دن ان لوگوں کو اپنے کیے پر سخت حسرت و ندامت ہوگی (اسے ترمذی نے بیان کیا اور حسن قرار دیا)۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بھی کوئی مجلس منعقد کی جائے تو اس میں ذکر الٰہی کا پروگرام ضرور ہونا چاہیئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنے کا اہتمام بھی کرنا چاہیئے۔ اسی لیے مسلمان عام طور پر اپنی مجلسوں کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کرتے ہیں اور نعتیہ نظمیں وغیرہ بھی پڑھتے ہیں۔ اس میں ذکر الٰہی اور درود کا خاص پروگرام بھی شامل کرنا چاہیئے جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے وہ قیامت کے دن کف افسوس ملیں گے کہ انھوں نے اپنی مجلسوں کو ان نیکیوں سے کیوں خالی رکھا اور ثواب سے کیوں محروم رہے۔

ایک دُعا اور اُس کے پڑھنے کا اجر

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَنْ قَالَ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كَانَ كَمَنْ اَعْتَقَ اَرْبَعَةَ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دس مرتبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ لَـهُ الْمُلْكُ وَلَـهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، پڑھا تو اسے اتنا اجر ملے گا کہ جیسے اس نے

Marfat.com

اَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اَولادِ اسماعیل سے چار افراد کو آزاد کیا ہو" (متفق علیہ)

تشریح اس حدیث میں ذکر کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے یعنی جب ایک شخص اللہ کا ذکر کرنا چاہے تو اُسے یہ دعا پڑھنی چاہیئے دُعا کا ترجمہ یہ ہے:-

"اللہ کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے حکومت اُس کی ہے۔ تمام تعریف اُس کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے" اِس دعا کو دس بار پڑھنے والے کو چار اعلےٰ خاندان کے غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب دیا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جس قدر ثواب وہ چاہے عطا کرے۔ وہ مالک و مختار اور ہر چیز پر قادر ہے۔

۷ گناہ بخشوانے کا ایک آسان طریقہ

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کی مانند بے شمار ہوں (متفق علیہ)

تشریح اس مختصر سے کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کی گئی ہے "اللہ پاک ہے اور تمام حمد و ثنا کا مستحق ہے" اس حدیث میں خوشخبری سنائی گئی ہے کہ صرف ایک سو مرتبہ اس کلمہ کو پڑھ لینے سے انسان کے گناہ خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں بخش دیئے جاتے ہیں دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے گناہ گار بندوں کو بخشنے کے لیے صرف بہانے ڈھونڈتی ہے۔ اگر ایک آدمی خلوص دل کے ساتھ اُس کی طرف رجوع کرے تو کوئی

Marfat.com

وجہ نہیں ہے کہ وہ اس کو اپنی آغوش میں نہ لے لے۔

۱۷ ایک نہایت اہم دُعا

۷۔ وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَاءَ نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ" اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ "میں نے تمہارے بعد چار ایسے کلمات ادا کیے کہ اگر انھیں تولا جائے تو وہ وزن میں اس تمام دُعا کے برابر ہوں گے جو تم سارا دن کرتی رہی ہو (وہ کلمات یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَاءَ نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ"۔ (اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح اس حدیث سے یہ اُصول واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے مسنون کلمات میں ذکر و دُعا کا مرتبہ اپنے خود ساختہ الفاظ و کلمات میں دُعا کرنے سے بہت زیادہ برتر اور افضل ہے اس دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے:۔

"اللہ تعالیٰ پاک ہے میں اُس کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں اس قدر کہ جس قدر اس کی مخلوقات کی تعداد ہے محض اُس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اُس کے عرش کے وزن اور اُس کے کلمات کی سیاہی کے برابر (یعنی بے حد و بے حساب حمد و ثنا بیان کرتا ہوں)۔

۱۸ باقیات الصّالحات

۸۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ باقیات الصالحات ہیں" اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا)۔

علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمات "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ باقیات الصالحات ہیں" اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے: "اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، اللہ پاک ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے اور اللہ کے سوا کسی کے اندر کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے"۔

ویسے تو ہر نیکی باقی رہنے والی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو خاص طور پر باقیات الصالحات اس لیے قرار دیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو جامعیت کے ساتھ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔

دافع ضرر کلمات

۹۔ عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ اَرْبَعٌ لَا یَضُرُّکَ بِاَیِّہِنَّ بَدَاْتَ۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" اَخْرَجَہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ چار کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہیں ان میں سے تو خواہ کسی کے ساتھ شروع کر (تجھے نقصان نہیں ہوگا)۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" (اسے مسلم نے بیان کیا)

Marfat.com

تشریح یہی کلمات ذرا سے تغیر و تبدل کے ساتھ اس سے پہلی حدیث میں گذر چکے ہیں۔ ان کا ترجمہ تو وہاں سے دیکھ لیا جائے۔ اب رہا نقصان سے محفوظ رہنے کا مسئلہ تو اس کے دو مفہوم ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کلمات میں سے جس کے ساتھ بھی کام شروع کیا جائے۔ سب کا مرتبہ برابر ہے اور کہنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ یعنی کوئی آدمی ذکر الٰہی شروع کرتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہ کہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے یا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کہے یا اَللّٰہُ اَکْبَرُ سب کا ثواب برابر ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جس کام کا آغاز ان کلمات کے ساتھ کیا جائے گا۔ اس میں نقصان نہیں ہوگا۔ یہ بات بھی بالکل قرین صواب ہے، کیونکہ جو آدمی کام شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی طاقت و صلاحیت پہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اعتماد کرتا ہے اور اس سے مدد کا طالب ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنّت یہ ہے کہ وہ اپنے ہر اُس بندے کی مدد فرماتا ہے جو اُس سے مدد طلب کرتا ہے اب ظاہر ہے کہ جس کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو اُس میں نقصان ہونے کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہتا۔

جنّت کا ایک خزانہ

۱۰۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ قَیْسٍ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ زَادَ النَّسَائِیُّ لَامَلْجَاءَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ"

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے فرمایا: "اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تیری طرف جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کی طرف تیری رہنمائی کرتا ہوں وہ یہ ہے:- "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" (متفق علیہ) نسائی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے "لَا مَلْجَاءَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ" (اللہ کے

Marfat.com

مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ۔ سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

تشریح "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لَامَلْجَاءَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ" کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنّت کا ایک خزانہ قرار دیا ہے اگر بہ نظرِ غور دیکھا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ جنّت کے خزانہ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جنّت کے اندر جنتیوں کے پاس جو دولت ہوگی وہ ذکرِ الٰہی کا خزانہ ہوگا اور اُن میں ایک خزانہ یہ کلمات بھی ہیں۔ دوسرا مفہوم یہ بھی قرینِ صواب ہے کہ جن خزانوں کے بدلے جنّت حاصل کی جا سکتی ہے ان میں سے ایک خزانہ یہ وِرد ہے جو شخص ان کلمات کو بطور وظیفہ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلہ میں جنّت عطا فرمائے گا۔

دُعا عبادت ہے

۱۱۔ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ ھُوَ الْعِبَادَۃُ" سَوَاہُ الْاَرْبَعَۃُ وَصَحَّحَہُ التِّرْمِذِیُّ۔

حضرت نُعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یقیناً دُعا بھی عبادت ہے" اس حدیث کو ائمہ اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا۔

تشریح عام طور پر نماز روزے وغیرہ کو عبادت سمجھا جاتا ہے لیکن اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ دُعا بھی عبادت ہی ہے۔ اگرچہ دُعا میں انسان اپنی اغراض اللہ تعالیٰ کے سامنے بیان کرتا ہے اور اُن کی بجا آوری کی التجا کرتا ہے اور اس لحاظ سے اُسے انسان کی ذاتی غرض سمجھا جا سکتا ہے لیکن اُسے بھی رحمۃ اللعالمین نے عبادت میں شامل فرما دیا۔ دراصل بات یہ ہے عبادت نام ہے بندگی کا، بندگی سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کامل طور پر خدا کے سوائے کر دے اور دُعا کرتے وقت انسان یہی کرتا ہے

Marfat.com

کہ اپنی خود رائی، خود سری اور خود اعتمادی سے دست بردار ہو کر اپنے ہر کام کے لیے خدا ہی سے التجا کرتا ہے اور اسی کے فضل و کرم پر اعتماد کرتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ دعا بھی حقیقتاً عبادت (بندگی) کا عملی مظاہرہ ہے۔

دُعا عبادت کا مغز ہے

۱۲۔ وَلَهٗ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ"۔

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ "دُعا عبادت کا مغز ہے"۔

تشریح کسی پھل کے اندر کارآمد چیز اُس کا گودا اور مغز ہی ہوتا ہے چھلکا وغیرہ سب اس مغز اور گودے کی حفاظت کے لیے ہوتا ہے اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کو عبادت کا مغز قرار دے کر واضح فرما دیا ہے کہ عبادت کا اصل مقصود دُعا ہی ہے۔ نماز میں قیام و جلوس اور رکوع و سجود اگرچہ ضروری ہیں اور اُن کے بغیر نماز، نماز نہیں ہوتی لیکن ان تمام اعمال و ارکان سے مقصود یہ ہے کہ انسان اللہ کے آگے عجز و انکسار کے ساتھ دُعا کرے اگر عبادت میں یہ عنصر نہیں ہے تو عبادت کامل نہیں ہوگی پھر نماز میں دُعا اپنے من مانے طریقے پر نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالتوں میں پڑھنے کے لیے جو جو دُعائیہ کلمات سکھائے ہیں انھیں ہی پڑھنا چاہیئے اور پورے شعور و احساس اور عجز و انکسار کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ اپنی مرضی اور ضرورت کی دُعائیں نماز کے بعد مانگنی چاہئیں۔

دُعا سب سے زیادہ مکرّم چیز ہے

۱۳۔ وَلَهٗ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَفَعَهٗ "لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ"

ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث روایت کی ہے "اللہ کے نزدیک دُعا سے زیادہ مکرّم چیز کوئی نہیں ہے۔

وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ۔ (ابن حبّان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے[1] اور عبادت کا مغز[2] دُعا ہے یعنی دُعا تخلیق انسان کے مقصد کا مغز ہے جس طرح ایک منصوبہ میں سب سے زیادہ اہم اور مکرّم چیز اُس کا مقصد ہوا کرتا ہے تو اسی طرح تخلیق انسان کے منصوبہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم و محترم چیز اس منصوبہ کا مقصد ہی ہونا چاہیئے اور اس مقصد کا مغز اور گودا بدرجہ اَولیٰ مکرم و محترم اور بزرگ تر ہونا چاہیئے۔

دُعا کی قبولیّت کا خاص وقت

۱۴۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلدُّعَاءُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ لَا يُرَدُّ" اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَغَيْرُهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "دُعا جو اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جائے رد نہیں کی جاتی یعنی اللہ تعالیٰ اس دُعا کو ضرور قبول فرما لیتا ہے۔ (اس حدیث کو نسائی وغیرہ نے بیان کیا اور ابن حبان وغیرہ نے صحیح قرار دیا)۔

تشریح الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ یہی حدیث کتاب الصلوٰۃ باب الاذان میں بیان ہو چکی ہے۔

تشریحی نوٹ ملاحظہ فرمایئے باب الاذان حدیث ۲۹

---

[1] وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (نہیں پیدا کیا میں نے جن کو اور انسان کو سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں۔ سورۃ الذّٰریٰت آیت ۵۶ پارہ ۲۷

[2] سابقہ حدیث یعنی اسی باب کی حدیث ۱۳ ملاحظہ فرمایئے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرماتا ہے

۱۵۔ وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا" اَخْرَجَهُ الْاَرْبَعَةُ اِلَّا النَّسَائِيَّ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تمہارا رب شرم والا اور کرم والا ہے جب بندہ اپنے دونوں ہاتھ اس کی طرف اُٹھاتا ہے تو وہ اپنے بندہ کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرم کرتا ہے۔ (ماسوائے نسائی ائمہ اربعہ نے اسے روایت کیا اور حاکم نے اسے حدیث صحیح قرار دیا)۔

تشریح اگر کسی بڑے آدمی سے کوئی شخص کوئی معمولی سی چیز مانگے تو وہ اُسے بلا تامل دے دیتا ہے اور اُسے سائل کو محروم اور خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرم آتی ہے جب دنیا کے لوگوں کا یہ حال ہے جو حقیقتاً کسی چیز کے بھی اصلی مالک نہیں ہیں، تو وہ ذات مالک الملک جو دنیا جہاں کے تمام خزانوں کی حقیقی مالک ہے کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ کوئی سائل اُس کے سامنے دست سوال دراز کرے اور وہ اُسے خالی ہاتھ واپس کر دے بندہ اللہ تعالیٰ سے بڑی سے بڑی نعمت بھی اگر طلب کرے تو وہ اس مالک الملک کے نزدیک نہایت حقیر اور معمولی ہی سی چیز ہوگی۔ پھر اُس کے خزانے بے انتہا ہیں وہ دن رات لُٹا رہا ہے، دوست ہو یا دشمن، مومن ہو یا مشرک، شاکر ہو یا کافر سب اُس کے درِ دولت سے فیض یاب ہیں جب وہ ذات سب کو بے مانگے ہی دیئے جا رہی ہے تو پھر اگر کوئی سائل عجز و انکسار کے ساتھ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے تو ظاہر ہے کہ وہ اُسے بھی محروم نہیں رکھے گی۔

دُعا کے بعد ہاتھ چہرہ پر پھیرنا

۱۶۔ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

Marfat.com

قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَدَّ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَرُدَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَلَهُ شَوَاهِدُ مِنْهَا ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دُعا کے لیے ہاتھ پھیلاتے تھے تو وہ انھیں اپنے چہرۂ مبارک پر پھیرے بغیر نہیں لوٹاتے تھے (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور انھوں نے اس کی تائید کرنے والی اور بھی کئی حدیثیں بیان کی ہیں)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دُعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے اسی لیے عامۃ المسلمین اس پر عمل پیرا ہیں ۔

سابقہ حدیث کی تائید

۱۷ ۔ حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ اَبِيْ دَاوٗدَ وَغَيْرِهٖ وَمَجْمُوْعُهَا يَقْضِيْ بِاَنَّهٗ حَدِيْثٌ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابوداؤد وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے وہ مجموعی طور پر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ یہ حدیث حسن ہے ۔

تشریح اس حدیث میں حدیث ۱۶ ہی کے حسن ہونے کا بیان ہے جس میں دُعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کا تذکرہ ہے ۔

نبی کریمؐ پر بکثرت درود بھیجنے والے کا مرتبہ

۱۸ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہوگا جو اُن میں مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا

عَلَيَّ صَلٰوةً" اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ۔

ہوگا (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح ایک مسلمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قدر زیادہ اُلفت و محبت ہوگی وہ اسی قدر آنحضرتؐ پر درود زیادہ پڑھے گا خواہ بہ آواز بلند یا آہستہ دونوں طرح درست ہے بشرطیکہ بلند آواز سے پڑھنے میں ریا کا شائبہ نہ ہو جب قیامت کے دن محشر کے میدان میں تمام انسان جمع ہوں گے تو جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنا زیادہ درود و سلام بھیجا ہوگا۔ وہ اتنا ہی آنحضرتؐ کے نزدیک زیادہ بہتر اور قریب تر ہوگا۔ اس سے درود و سلام بھیجنے والے کے مرتبہ کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو درود و سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسنون ہیں انھیں پڑھنا بہتر اور افضل ہے انھیں چھوڑ کر خود ساختہ درود و سلام اختیار کرنا۔ افضل کو چھوڑ کر غیر افضل اور بڑھیا کو چھوڑ کر گھٹیا چیز اختیار کرنے کے مترادف ہے۔

سیّد الاستغفار

۱۹/ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ يَّقُوْلَ الْعَبْدُ" اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِيْ"

حضرت شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ اس طرح دُعا کرے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِيْ

Marfat.com

فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" اَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ۔

فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ (اسے بخاری نے بیان کیا)۔

تشریح اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت کی التجا کرنے کے لیے جو دُعا پڑھی جاتی ہے اُسے استغفار کہتے ہیں اس طرح کی دُعائیں کئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس استغفار کو سب سے افضل قرار دیا اسی لیے اسے سیّد الاستغفار (تمام استغفاروں کا سردار) کہا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا۔ میں تیرا بندہ ہوں جس قدر مجھ سے ہو سکا میں تیرے عہد اور وعدہ پر قائم رہا۔ میں اس شر سے جو مجھ سے سرزد ہوا تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں جو تو نے مجھے عطا فرمائیں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے یقیناً تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو یہ بھی سکھا دیا کہ وہ اپنے گناہ بخشوانے کے لیے اپنے رب کے حضور کس طرح دُعا کیا کریں۔ جب خدا بخشنے والا ہو اور خود خدا کا حبیب بخشش کی دُعا مانگنے کا طریقہ سکھلائے تو پھر یہ بات کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہے کہ دُعا مقبول نہ ہو۔ دراصل اللہ کی رحمت بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے جو بھی عجز و انکسار اور خلوص نیت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ لپک کر اُسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

صبح شام پڑھنے کی دُعا

۲۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جب شام ہو

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ حِيْنَ يُمْسِيْ وَحِيْنَ يُصْبِحُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ وَاحْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ" اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَه وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ۔

یا صبح ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کے ساتھ دُعا نہ کی ہو۔ (یعنی ہمیشہ صبح و شام یہ دُعا پڑھا کرتے تھے) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ وَاحْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ" (اس حدیث کو امام نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح اس دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔" اے اللہ! میں اپنے دین میں، دنیا میں، گھر بار میں اور مال میں تیری عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ تو میری پردہ کے لائق چیزوں کی پردہ پوشی فرما۔ اور ہر قسم کے خوف سے مجھے امن میں رکھ اور مجھے آگے پیچھے دائیں بائیں اور اُوپر یعنی ہر طرف سے اپنی حفاظت میں رکھ اور میں اس بات سے بھی تیری عظمت کی پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے میرے نیچے سے دھوکا دیا جائے۔"

تمام نظامِ کائنات اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ امن و عافیت وہی عطا فرماتا ہے خطا کاروں کی پردہ پوشی وہی کرتا ہے۔ ہر قسم کے فتنوں اور شر و فساد سے وہی نجات دے سکتا ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا معمول رکھا کہ ہر صبح و شام یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔ ہمیں بھی شر و فساد سے مامون رہنے کے لیے اسی دُعا کو معمول بنانا چاہیئے۔

Marfat.com

ایک اور دُعا

۲۱ - وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔ "اے اللہ! میں تیری عطا کردہ نعمت کے زوال سے اور تیری عنایت فرمودہ عافیت کے اُٹھ جانے سے اور تیرے عذاب کے اچانک نازل ہونے سے اور تیرے ہر قسم کے غصہ و غضب سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

یہ دُعا ان دعاؤں میں سے ہے جو کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اکثر کیا کرتے تھے۔ اس دُعا میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں اور عافیتوں کے احساس اور شکر کا سبق دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غصے سے ڈرتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں اور عذاب و غصہ بہت سخت ہے۔ تمام نعمتیں اور عافیتیں اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمائی ہیں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب وہ چاہے اُن کو ہم سے واپس لے سکتا ہے۔ اس لیے اُس کے غصہ و غضب سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے اور اُس کی پناہ مانگتے رہنا چاہیئے۔

ایک اور دُعا

(قرض اور دشمن سے بچنے کے لیے)

۲۲ - وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَشِمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ،

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دُعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَشِمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ" (اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے "اے اللہ! میں قرضہ کے غلبہ سے، دشمن کے غلبہ سے اور اس بات سے کہ دشمن میری مصیبت پر خوش ہوں، تیری پناہ مانگتا ہوں"

قرض کی مصیبت ہو یا دشمن کا ضرر۔ ہر تکلیف سے حفظ و امان میں رکھنے والا خدا اور صرف خدا ہے۔ اس لیے ان تمام مصائب سے بچنے کے لیے خدا ہی کی پناہ مانگنی چاہیے اور حضور کے بتائے ہوئے مسنون الفاظ میں مانگنی چاہیئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پسندیدہ دُعا

۲۳۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاً يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس طرح دُعا کرتے ہوئے سُنا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

Marfat.com

كُفُوًا اَحَدٌ - فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَاَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الَّذِيْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ ۔ اَخْرَجَهُ الْاَرْبَعَةُ وَ صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ۔

كُفُوًا اَحَدٌ - تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے اللہ سے اس کا وہ نام لے کر سوال کیا کہ جب اس کے ذریعے مانگا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے عطا فرما دیتا ہے اور جب اُس کا یہ نام لے کر دُعا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے قبول فرما لیتا ہے ۔ اس حدیث کو ائمہ اربعہ محدثین نے بیان کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے ۔" اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لیے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تو ہی ہے اور تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے تو اکیلا ہے اور بے نیاز ہے جس سے نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور اُس کا ہمسر بھی کوئی نہیں ہے "

اللہ کے صفاتی نام بہت سے ہیں۔ ان میں سے ایک نام " اَحَدٌ " اور ایک " صَمَدٌ " ہے یعنی اکیلا اور بے نیاز ۔ یہ دو نام ایسے ہیں جو اس کی توحید خالص کو بیان کرتے ہیں ۔ اللہ کو واحد اور بے نیاز ماننا سب سے بڑی نیکی اور صداقت ہے اس کے مقابلہ میں شرک ہے جو ایک ناقابل معافی گناہ ہے ۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے[1] ۔" اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ " ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دُعا کو پسند فرمایا ۔ اور قبولیت کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ اس میں اللہ کے خاص صفاتی ناموں (اَحَدٌ اور صَمَدٌ) کا واسطہ دے کر دُعا کی گئی ہے ۔ اس دُعا میں پُوری سورہ اخلاص آگئی ہے جس میں توحید کے مسئلہ کو پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے ۔

---

[1] سورۂ لقمان آیت ۱۳ پارہ ۲۱ رکوع ۱۱

Marfat.com

صبح شام پڑھنے کی ایک اور دُعا

۲۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصْبَحَ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ" وَاِذَا اَمْسٰى قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ "وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ" اَخْرَجَهُ الْاَرْبَعَةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب صبح ہوجاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ۔ اور جب شام ہوجاتی تو پھر یہی دُعا پڑھتے مگر اس وقت اتنا اور زیادہ کہتے۔ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ (اسے ائمہ اربعہ محدثین نے بیان کیا)۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے "اے اللہ تیرے ذریعے ہم نے صبح کی تیرے ہی ذریعہ ہم نے شام کی۔ تیرے ہی ذریعہ ہم جیتے ہیں اور تیرے ہی ذریعہ ہم مریں گے اور تیری ہی طرف ہم دوبارہ (قبروں سے) اُٹھیں گے"۔

انسان کی زندگی اور موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ صبح و شام جو کچھ وجود میں آرہا ہے سب اسی کے فضل و کرم کا کرشمہ ہے۔ زندگی میں قدم قدم پر انسان اللہ کے لطف و کرم کا محتاج ہے اور مرنے کے بعد روز قیامت بھی حشر کے میدان میں اس کی رحمت ہی انسان کی مددگار ہوگی۔

دُنیا اور آخرت کے لیے جامع دُعا

۲۵۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ علیہ وسلم اکثر یہ دُعا فرمایا کرتے تھے۔
رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا
عَذَابَ النَّارِ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ" عَذَابَ النَّارِ "(متفق علیہ)

تشریح یہ دُعا قرآن پاک میں سورہ بقرہ آیت ۲۰۱ (دوسرا پارہ رکوع ۹) میں مذکور ہے۔ اس سے زیادہ مختصر اور جامع دُعا شاید ہی کوئی اور ہو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کے لیے اس میں دعا کی گئی ہے اور کوئی بھی نعمت ایسی نہیں ہوسکتی جو دُنیا اور آخرت کی بھلائی سے باہر ہو گویا اس مختصر سی دُعا میں ہر چیز اور ہر نعمت اللہ تعالیٰ سے مانگ لی گئی ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بکثرت پڑھا کرتے تھے۔

دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے:- "اے ہمارے رب! ہمیں دُنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آتش دوزخ کے عذاب سے بچا"۔ اللہ تعالیٰ سے ہر ضرورت اور ہر غرض کے لیے الگ الگ دُعا کرنے کے بجائے یہ بہتر ہے کہ جامع طور پر "حَسَنَةً" (بھلائی) کی دُعا کی جائے۔

ایک اور دُعائے استغفار

۲۶- وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ

Marfat.com

جِدِّیْ وَهَزْلِیْ وَخَطَئِیْ — جِدِّیْ وَهَزْلِیْ وَخَطَئِیْ
وَعَمَدِیْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ — وَعَمَدِیْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ — اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ
وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ — وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ
وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ — وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ
بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ — بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ
وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی — وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی
كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ — كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے "اے اللہ! تو میری خطا کو، میری جہالت کو میرے کام میں میری زیادتی کو، اور جو کچھ تو میرے متعلق مجھ سے بہتر جانتا ہے معاف فرما دے" اے اللہ! میرے تمام گناہوں کو معاف فرما خواہ وہ میری سنجیدہ کوشش کا نتیجہ ہوں یا بیہودگی کے سبب واقع ہوئے ہوں۔ خواہ وہ بھول چوک میں صادر ہوئے ہوں یا دیدہ و دانستہ ہوئے ہوں۔ ان سب کا میں ہی ذمہ دار ہوں۔ اے اللہ! جو کچھ میں پہلے کر چکا ہوں یا آئندہ کے لیے اٹھا رکھ چکا ہوں۔ جو کچھ میں نے چھپا لیا ہے اور جو علی الاعلان کر چکا ہوں اور جو کچھ تو میرے متعلق بہتر جانتا ہے۔ سب مجھے معاف فرما دے۔ پہلے بھی تو ہی ہے اور بعد میں بھی تو ہی ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

گناہوں کی معافی کے لیے انسان اپنی زبان میں بھی اللہ تعالیٰ سے دُعا کر سکتا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ تعلیم فرمائے ہیں ان میں اگر کچھ لگی جائے تو قبولیت کا امکان بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ ایک شخص سادہ کاغذ پر اپنی خود ساختہ عبارت میں درخواست لکھ کر پیش کرتا ہے اور ایک دوسرا شخص محکمہ کے مجوزہ فارم (PRESCRIBED FORM) پر درخواست دیتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ دوسرے شخص کی درخواست کی منظوری کا امکان

Marfat.com

زیادہ ہے اسی طرح مختلف دعاؤں، دُرودوں اور سلاموں کے متعلق بھی یہی بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ ان تمام کاموں کے لیے جو مخصوص الفاظ و کلمات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں وہ افضل اور اَولیٰ ہیں۔ لیکن اس سے یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان کے علاوہ دوسرے الفاظ میں دُعا کرنا، دُرود بھیجنا یا سلام بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ سوال صحیح یا غلط کا نہیں ہے بلکہ صرف افضل اور غیر افضل کا ہے کوئی دانشمند بھی افضل کو چھوڑ کر غیر افضل کو اختیار نہیں کرے گا۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے ؎

راہ تو بہر قدم کہ پویند خوش است
وصل تو بہر نمط کہ جویند خوش است
رُوئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکو است
نام تو بہر زباں کہ گویند خوش است

(جس قدموں سے بھی تیری راہ پر دوڑیں اچھا ہے۔ جس طریقہ سے بھی تیرا وصل طلب کریں بہتر ہے، جس آنکھ سے بھی تیرا روئے مبارک دیکھیں اچھا ہے اور جس زبان میں بھی تیرا نام لیں بہتر ہے)۔

معاش و معاد کی بہتری کے لیے دُعا

۲۷۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ اِلَیْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ اِلَیْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ

زِيَادَةً لِيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ - اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

زیادۃً لی فی کل خیرٍ واجعل الموت راحۃً لی من کل شرٍّ - (اسے مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔ "اے اللہ! میرے دین کو جو میری عزت و عصمت ہے درست رکھ اور میری دنیا کو بھی درست رکھ جس میں مجھے زندگی بسر کرنی ہے اور میری آخرت کی بھی اصلاح فرما جس کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے اور میری زندگی کو عمل خیر میں زیادتی کا باعث بنا اور میری موت کو ہر شر سے بچا کر میرے لیے راحت بنا دے"۔

اس حدیث میں دین اور دنیا کی بھلائی کے لیے دعا کی گئی ہے اور زندگی اور آخرت کی کامیابی کے لیے بھی دُعا کی گئی ہے اور موت کو ہر قسم کے شر سے بچا کر اُسے راحت بنا دینے کی دُعا مانگی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دُعائیں منقول ہیں ان میں بڑی جامعیت پائی جاتی ہے۔

علم کی نفع رسانی کے لیے دُعا

٢٨ - وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَارْزُقْنِيْ عِلْمًا يَنْفَعُنِيْ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَارْزُقْنِيْ عِلْمًا يَنْفَعُنِيْ۔ (اس حدیث کو نسائی اور حاکم نے روایت کیا)۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔ "اے اللہ! جو کچھ تو نے مجھے سکھایا اُسے میرے لیے مفید بنا دے اور مجھے وہ علم سکھا جو مجھے فائدہ پہنچائے

اور مجھے ایسا علم عطا فرما جو مجھے نفع دے "۔

دنیا میں علم ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ جہاں اس سے انسانیت کو فائدہ پہنچتا ہے نقصان پہنچنے کا اندیشہ بھی ہے مثلاً آجکل جہاں سائنس نے انسانیت کی خدمت کی ہے۔ وہاں اس کی تباہی و بربادی کا بھی بہت کچھ سامان کر دیا ہے۔ دراصل علم ایک مجرد طاقت ہے اس کا مفید اور مضر ہونا انسان کے اخلاق و کردار پر منحصر ہے۔ اسی لیے اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفع بخش علم کے لیے دعا فرمائی ہے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۲۹۔ وَلِلتِّرْمِذِيِّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَحْوَهٗ وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ "وَزِدْنِيْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ" وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

ترمذی میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک اسی طرح کی حدیث منقول ہے لیکن اس کے آخر میں یہ الفاظ اور بیان کیے گئے ہیں "وَزِدْنِيْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ۔ (اس کی سند حسن ہے)۔

تشریح دعا میں اضافہ کیے ہوئے کلمات کا ترجمہ یہ ہے "اے اللہ! میرے علم میں زیادتی فرما ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔ لیکن میں اہل دوزخ کی حالت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

انسان کو دنیا میں جو شرف حاصل ہوا ہے۔ وہ علم ہی کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ اس لیے اس حدیث میں علم کی ترقی کے لیے دعا کی گئی ہے پھر جس حالت میں خدا رکھے اس پر اس کا شکر ادا کیا گیا ہے۔ کیونکہ تسلیم و رضا کا تقاضا یہی ہے کہ اہل دوزخ کی جو حالت ہوگی اس سے خدا کی پناہ مانگی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس حالت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اس کے علاوہ اور جس حال میں بھی رکھے بہتر ہے۔

Marfat.com

ایک دُعا جو حضورؐ نے حضرت عائشہ رضؓ کو تعلیم فرمائی

۳۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهَا هٰذَا الدُّعَاءَ - اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَسْئَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَیْتَهٗ لِیْ خَیْرًا - اَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَه وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روا
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
یہ دُعا سکھائی - اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ عَا
وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَ
لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِكَ
مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِ
مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ
مَا سَاَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ
مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّ
وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ
اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ
النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ
قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَسْئَلُكَ اَنْ
تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَیْتَهٗ
لِیْ خَیْرًا - (اس حدیث کو
ابن ماجہ نے بیان کیا اور ابن حبا
اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا)۔

Marfat.com

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے "اے اللہ! میں تجھ سے ہر اس بھلائی کو طلب کرتا ہوں جو جلد واقع ہونے والی یا دیر سے عمل میں آنے والی ہو — وہ مجھے معلوم ہو یا نہ ہو اور ہر اس شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں جو جلد پہنچنے والا یا دیر سے واقع ہونے والا ہو۔ وہ مجھے معلوم ہو یا نہ ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے وہ خیر طلب کرتا ہوں جو تجھ سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے طلب کی تھی۔ اور میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے پناہ مانگی تھی۔ اے اللہ! میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور ایسے اقوال و اعمال چاہتا ہوں جو اس (جنت) کے قریب کر دیں اور دوزخ کی آگ سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور ایسے اقوال و اعمال سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو اس (دوزخ) کے قریب کر دیں اور تجھ سے دُعا کرتا ہوں کہ جو بھی فیصلہ تو میرے حق میں فرمائے اسے بہتر فرما۔

نوٹ:۔ عربی میں واحد متکلم کے لیے مذکر اور مؤنث کے صیغے یکساں استعمال ہوتے ہیں۔ یہاں ترجمہ مذکر کے صیغہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مؤنث کے صیغے کے ساتھ بھی ترجمہ ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں کرتا ہوں، مانگتا ہوں وغیرہ کی جگہ کرتی ہوں، مانگتی ہوں، وغیرہ ہوگا۔

اس حدیث میں بھلائی نیکی اور خیر کی دُعا کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ جنت میں لے جانے والی چیزیں ہیں اور بُرائی سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے کیونکہ یہ دوزخ میں لے جاتی ہے۔

دو کلمے جو خدا کو بے حد محبوب ہیں

۳۱۔ وَاَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ

بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے اللہ کو بے حد محبوب ہیں جو زبان پر بہت ہلکے (آسان) ہیں، لیکن

Marfat.com

خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ - سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ"

اعمال کی ترازو میں بہت بھاری ہیں یہ ہیں "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ"

تشریح دراصل اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان ہر وقت خدا کو یاد رکھے کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہو۔ یاد رکھنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دل میں یاد رکھے۔ دوسری یہ کہ زبان پر وِرد رکھے۔ جو کلمات بار بار زبان سے ادا کیے جائیں اُن کا براہِ راست دل پر اثر پڑتا ہے۔ اس لیے عبادات میں لسانی اور قولی ذکر کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ زبان سے ذکر کرتے وقت سب سے اہم چیز جو پیشِ نظر رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ جو کچھ کہا جائے۔ سوچ سمجھ کر پورے شعور کے ساتھ کہا جائے۔ قائل اپنے قول اور ذاکر اپنے ذکر کا مفہوم پوری طرح سمجھتا ہو۔ اب ان دو کلموں کو لیجیئے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ ان کا یاد رکھنا بے حد آسان ہے — زبان سے ادا کرنا بے حد سہل ہے۔ مطلب و مفہوم بالکل سیدھا سادہ ہے — یعنی "اللہ تعالیٰ بالکل پاک ہے۔ تمام حمد و ثنا کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور عظمت والا" انسان اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے جب چاہے۔ نہایت آسانی کے ساتھ ان کلمات کو وِرد زبان رکھ سکتا ہے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خوشخبری دی ہے۔ کہ یہ دونوں کلمے جس قدر آسان اور سہل ہیں روزِ قیامت جب انھیں نیکیوں کی میزان میں رکھا جائے گا تو یہ اسی قدر بھاری ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کو وِرد زبان رکھنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ سے بے حساب ثواب بخشتا ہے اور اپنے بندوں کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کرنے کے لیے محض بہانے تلاش کرتا ہے۔ انسان ذرا راہ راست نیکی کی طرف آئے تو سہی پھر دیکھیئے اللہ کی رحمت کس طرح لپک کر اس کا استقبال کرتی ہے۔

Marfat.com

باسمہٖ تعالیٰ

شاہراہِ اسلام

علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ کی شہرہ آفاق کتاب "بلوغ المرام" کے ابواب
"کتاب الصلوٰۃ" اور "کتاب الجامع" کا اردو ترجمہ اور تشریح

ترتیب و تہذیب
مختار حسین ناظر القاسمی

ناشر
مکتبۂ عالیہ — ایبک روڈ (انارکلی) — لاہور

Marfat.com